ٹیلیویژن اور ریڈیو نے اس دوران میں جو کردار ادا کیا ہے، وہ صحیح معنوں میں نفرت انگیز ہے۔ ذرائع ابلاغ کے یہ دونوں ادارے نسلی منافرت کو گھٹانے کے لیے کم ہی استعمال ہوئے، چہ جائیکہ یہ کسی سیاسی نظام کی تجویز کو آگے بڑھاتے جس پر یوگوسلاویہ کا مستقبل تشکیل پاسکتا۔ ملک میں تھوڑی سے تھوڑی غیر جانبداری سے بھی کام کرنے والا کوئی وفاقی ٹیلیویژن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعظم مسٹر انٹے مارکووک ایک وفاقی ٹیلی ویژن کے قیام کی شدت سے خواہش رکھتے ہیں۔

یوگوسلاویہ سے آمدہ تازہ ترین اطلاعات کے مطابق وسطی یوگوسلاوی جمہوریہ بوزنیا، ہرزیگووینا کے انتخابات میں وطن پرست جماعتیں برسراقتدار کمیونسٹوں کو نکال باہر کرنے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ انتخابات کے ان نتائج سے نسلی تفریق مزید بڑھ گئی ہے اور ان سے مسٹر انٹے مارکووک کو سخت دھچکا لگا ہے جو ملک کو متحد رکھنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ یوگوسلاویہ کی 6 جمہوریتوں میں یہ پہلے آزادانہ کثیر الجماعتی انتخابات تھے جو 45 سالہ کمیونسٹ اقتدار کے بعد اس ملک میں منعقد ہوئے۔

سوویت یونین اور مشرقِ وسطیٰ

سوویت یونین خلیج میں اعتدال پسندانہ پالیسی پر عمل پیرا ہے

ماسکو میں جب سے گورباچوف اقتدار میں آئے ہیں۔ انہوں نے مسلم دنیا کے ساتھ سرگرم تعلقات کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی مسلم دنیا کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے سلسلے کی ایک اچھی علامت تھی لیکن اس نے کابل انتظامیہ کی امداد بند نہ کی۔ اس طرح نہ تو وہ اپنے اخلاص کو عملی جامہ پہنا سکا اور نہ نجیب اللہ کے بغیر کبھی بھی مسئلے کے پرامن حل کے لیے آمادہ ہوسکا۔ چنانچہ افغانستان کے بحران میں نجیب اللہ ابھی تک زبردست رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

افغانستان کے مسئلے سے قطع نظر، سوویت یونین نے حالیہ خلیجی بحران میں مصالحت کنندہ کا کردار ادا کیا۔ سوویت یونین کے لیے پریشانی کی صورت حال اس وقت پیدا ہوگئی، جب صدام حسین نے کویت پر حملہ کر دیا۔ عراق کے ساتھ پرانی دوستی کے باوجود، سوویت یونین نے سلامتی کونسل میں عراق کی کویت سے غیر مشروط واپسی کی قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔

اس نے مسئلے کے پر امن حل کے لیے سفارتی کوششیں شروع کرنے میں پہل کی۔ تاکہ اس جنگ سے بچا جاسکے۔ جس کو شروع کرنے کے لیے مسٹر بش بہت بے چین تھے۔ سوویت یونین کے خصوصی نمائندے یفیگن پرماکوف نے صدام سمیت دیگر سربراہانِ مملکت سے ملنے کے لیے علاقے کے چکر کاٹنے شروع کیے۔ لیکن وہ کوئی متفقہ حل تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ دوسری طرف سوویت یونین نے خلیج کے علاقے میں امریکی فوجوں کے اجتماع کو پسند نہیں کیا۔

سوویت یونین فلسطین سمیت خلیج کے مسئلے کے حل کے لیے بین الاقوامی کانفرنس کا حامی ہے جبکہ اس تجویز کی مخالفت اسرائیل اور اس کے حمایتیوں کی طرف سے کی جارہی ہے وہ مجوزہ کانفرنس میں فلسطین کے موضوع کو زیرِ بحث نہیں لانا چاہتے۔ لیکن روسی بھی اس مسئلے کے بارے میں مخلص نظر نہیں آتے۔ وہ یہودیوں کو روس سے نکلنے کی اجازت دے کر انہیں مقبوضہ علاقوں میں آباد کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور یہ پالیسی اس مسئلہ میں مزید پیچیدگی پیدا کررہی ہے اور عربوں میں غم و غصہ بڑھ رہا ہے۔

بہرحال موجودہ بحران کی بدولت سوویت یونین نے خلیجی ریاستوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہتر بنانے کا فائدہ اٹھایا ہے۔ ماسکو اب خلیجی ممالک کے ساتھ مذاکرات کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ پر اعتماد محسوس کرتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ملک نے بھی سوویت یونین کے حق میں پالیسی نہیں اپنائی۔ مستقبل میں کسی بھی امکانی حل کے لیے امریکی اہم کردار ادا کرتے رہیں گے۔

داخلی وجوہات کی بناء پر روسی اپنی فوجیں خلیج میں بھیجنے سے گریزاں رہے۔ افغانستان میں فوجیں داخل کرنے کی کارروائی ان کے لیے ایک خوفناک سبق بن گئی۔ جس پر اس وقت ملک میں سخت تنقید کی جارہی ہے۔ چنانچہ رائے عامہ خلیج میں فوجیں بھیجنے کے سخت خلاف ہے، چاہے یہ اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے ہی کیوں نہ روانہ کی جائیں۔ رائے عامہ اور ماہرین کی آراء سے قطع نظر کریملن اپنی وسیع مسلم آبادی کی پوزیشن کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ جو خلیج کے بحران کو ایک عرب مسئلہ خیال کرتی ہے، اور جسے بین الاقوامی کرائے کے فوجیوں کی بجائے خود عربوں کو حل کرنا چاہیے۔ روسی مسلمانوں سمیت، دنیا بھر کے مسلمانوں میں خلیج میں غیر ملکی فوجیوں کی موجودگی سے بے چینی پائی جاتی ہے، چنانچہ روسی اندرون ملک بے چینی میں مزید اضافہ کرنا پسند نہیں کریں گے، جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ پہلے ہی بندھے ہوئے ہیں۔

سوویت یونین مختلف سطحوں پر مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ اور موجودہ پالیسی کے ذریعے اسے یہ توقع ہے کہ وہ بین الاقوامی امور میں اہم کردار ادا کر سکے گا۔

تبصرہ کتب

اسلام اور قوم پرستی

Islam and Nationalism

LEVIN, Z.I.,'Islam i Natsionalism Stranakh Zanubezhnovo Vostoka ' (Islam and Nationalism inb the Middle Eastern countries).Moskva, 'nauka', 1988,pp.224.

اگرچہ اسلامی تصورات میں قوم پرستی ایک نیا عنصر ہے، ان کے درمیان متعدد تضادات کے باوجود اسلام اور قوم پرستی مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں میں ایک دوسرے سے مربوط چلے آرہے ہیں۔ ان دو نظریات کا باہم دگر عمل ان متعدد عناصر میں سے ایک ہے جو گذشتہ سو سال سے روایتی اسلام کے مرکزان ممالک کی سماجی و سیاسی تبدیلیوں میں کار فرما نظر آتے ہیں۔ دور جدید میں اس باہم دگر عمل کی منطق، سماجی ترقی کے لیے بحثیت مجموعی منفی اثرات کی حامل ہے۔ قوم پرستی کا مثبت پہلو مسلم عوام کی جدوجہدِ آزادی کے دوران اس وقت معدوم ہو گیا جب قوم پرستی اور اسلام کی قوتوں نے استعمار اور سامراج کے خلاف جنگ میں اپنی قوتوں کو متحد کیا۔

مصنف کی رائے میں چونکہ اسلام کے سماجی اداروں نے پھلتی پھولتی جاگیرداری کے گہوارے میں تشکیل پائی تھی اور اس عمل میں قبائلی معاشروں کے اثرات بھی شامل ہو گئے۔ اس لیے وہ جدید دنیا کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ مذہب مخصوص صورتوں میں انسانیت کے سماجی وجود کی عکاسی کرتا اور اس کے ساتھ مل کر تبدیلیوں کے عمل سے گزرتا ہے۔ اور اسلام کی جبلّت میں ابتدائی جاگیرداری کے ڈھانچے کے جو فرسودہ قواعد میں ودیعت تھے انہوں نے وقت کے ساتھ اسے تبدیل کر دیا۔ پھر ایک معاشرے سے دوسرے معاشرے اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں سفر کرتے مختلف رنگ اور مزاج مرتسم ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ آج کا اسلام، قوم پرستی سمیت متعدد نظریات کی حمایت کرتا ہے اور اکثر اوقات سماجی اور سیاسی تحریکوں کے لیے بھی آگے بڑھ کر کو محرک کرنے کا کردار ادا کرتا ہے۔